ذکرِ حبیبؐ

پروفیسر ساجد میر ایم اے

انسانِ کاملؐ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں انسانیت اپنے کمال کو پہنچی۔ آپؐ افضل الانبیاء اور افضل البشر ہونے کی حیثیت میں انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔ ایک ایسا نمونہ جو رہتی دنیا تک کے خدا پرستوں اور تکمیلِ اخلاق و آدمیت کے متوالوں کے لیے قابلِ اتباع ہے :۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا [1]

آپؐ کی زندگی اور آپؐ کی سیرت ایسی مقدس اور پاکیزہ ہے کہ سُبّوح و قُدّوس خدا اس کی قسم کھاتا ہے [2] اور آپؐ اپنے بدترین مخالفین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس کے کسی گوشے یا نکتے پر اعتراض کی انگلی رکھ کر دکھائیں [3]۔ آپ اخلاقِ حمیدہ کے ایسے اونچے معیار پر فائز ہیں کہ ربِّ عظیم بھی اسے حقیقتاً بلند اور عظیم قرار دیتا ہے [4]۔

سیرتِ طیبہ کے مفصل بیان کے لیے بلا مبالغہ کئی دفتر درکار ہیں۔ بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپؐ کی زندگی اور اخلاق کے متعلق اپنوں اور پرایوں نے جتنا لکھا ہے اور کسی شخصیت کے متعلق اتنا نہیں لکھا گیا۔ مگر اہلِ دل اب بھی اس پاکیزہ موضوع کو تشنہ اور اپنی قوتِ بیان سے بالاتر پاتے ہیں ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

آپؐ کی زندگی و سیرت در اصل ایک پہلودار ہیرے (Many - faceted diamond) کی مانند ہے کہ جس کا ہر پہلو اتنا روشن و دلربا ہے کہ ع

کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا اینجا است

---

[1] الاحزاب [2] لعمرك انهم لفی سكرتهم يعمهون: الحجر [3] فقد لبثت فيكم عمرا من قبله افلا تعقلون: یونس [4] انك لعلی خلق عظيم: ن

اس ناتمام تذکرہ کا مقصد **ترجمان الحدیث** کے پہلے شمارہ کو ذکر حبیبؐ سے مزین کرنا اور "صاحب الحدیث" کی شخصیت پر عقیدت کے چند پھول نچھاور کرنا ہے۔

سیرت مقدسہ کا ایک قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ جو لوگ آپؐ کے قریب ترین اور خلوت و جلوت میں آپؐ کے ساتھی تھے۔ انہوں نے ہر رنگ میں آپ کو پرکھ کر آپؐ کی اخلاقی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ فرانسیسی مفکر والٹیر نے کہا تھا: "کوئی شخص اپنی بیگم اور ذاتی ملازم کے لیے ہیرو نہیں ہوتا"[1] اس لیے کہ وہ چوبیس گھنٹے کی روزمرہ زندگی میں اس کی کئی چھوٹی موٹی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے واقف ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ کیفیت ہے کہ جتنا کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے اتنا ہی وہ آپ کی حقیقی و بے مثال عظمت کا معترف ہے۔ اولین وحی آنے کے بعد آپؐ کی پہلی بیگم ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آپ سے گفتگو میں خدیجہ کے الفاظ تھے:

انك لتصل الرحم و تحمل الكل	آپ صلہ رحمی کرنے والے اور دوسروں کا بوجھ
و تكسب المعدوم و تقرى الضيف	اٹھانے والے ہیں، محتاجوں کی مالی مدد کرتے
و تعين على نوائب الحق[2]	ہیں۔ مہمان نواز ہیں اور آفات و مصائب میں
	مصیبت زدگان کے معین و غم گسار ہیں

خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انسؓ اپنے دس سالہ طویل اور گہرے تجربہ کے بعد شہادت دیتے ہیں

خدمت النبي صلى الله عليه وسلم	میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
عشر سنين فما قال لي أف قط	میں دس برس رہا۔ اس اثنا میں آپ نے میرے
ولا لم صنعت ولا الا صنعت	کسی قصور پر اف تک نہ کہا۔ نہ آپ کی عادت
	تھی کہ آپ بات بات پر ٹوکتے اور کہتے تم
	نے یہ کیوں کیا اور وہ کیوں نہیں کیا؟

سبحان اللہ! کیا شان ہے ضبط نفس اور تحمل و بردباری کی!! ڈیون پورٹ نے درست لکھا ہے:

"It is strongly corroborative of Muhammad's sincerity that the earliest converts to Islam were his bosom friends and the people of his household"[3]

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سچائی کا بہت بڑا ثبوت یہ ہے کہ اولین مسلمان ان کے قریبی دوست

---

[1] Voltaire: Nobody is a hero to his wife or valet   [2] بخاری: بدء الوحی

[3] An Apology for Mohammad and The Koran

اور ان کے گھر کے افراد تھے ــــ جو انہیں اچھی طرح جانتے تھے اور جنہوں نے آپؐ کے اخلاق کو اچھی طرح دیکھا اور پرکھا تھا۔

سیرتِ مطہرہ کا دوسرا پہلو اس کا "عملی" پہلو ہے۔ آپ نے قرآن و حدیث میں نہ صرف بلند ترین اخلاق و عادات کی تعلیم دی، بلکہ اس تعلیم پر پورا عمل بھی کر کے دکھایا۔ صحیح مسلم ہی میں سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ سے کہا:۔

یا ام المومنین، اخبرینی عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ام المومنین مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و سیرت کے بارے میں کچھ بتائیے

ام المومنین کا بلیغ جواب تھا:

اما تقرء القرآن ــــ کان خلقہ القرآن	کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ــــ آپؐ کے اخلاق قرآنی تعلیمات کا مجسم نمونہ تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مهما امرہ بہ القرآن امتثلہ ومهما نهاہ عنہ ترکہ	آپؐ قرآن کے اوامر و نواہی پر پوری طرح کاربند تھے۔

لوگوں کی اصلاح آپ نے خالی خولی تقریروں سے نہیں بلکہ اپنے نمونہ و مثال سے کی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ عملی اصلاح کا طریقہ بھی یہی ہے۔ انگریزی ادب کے بزرگ نقاد ڈاکٹر جانسن[1] کا مقولہ ہے:

"عملی مثال خالی نظریہ سے بہت زیادہ موثر ہوتی ہے۔"

اس اصول کے مطابق آپؐ نے اپنی کامل و اکمل تعلیم پر پورا عمل کر کے دکھایا۔ اگر آپ نے لوگوں کو خدا کی عبادت اور نماز کی تعلیم دی تو خود اتنی عبادت کی کہ

قام حتی تورمت قدماہ[2]	اتنا لمبا قیام فرماتے کہ قدم متورم ہو جاتے

اور ایسی خوبصورت نمازیں پڑھیں کہ:

لا تسئل عن حسنھن وطولھن[3]	ان کا حسن اور طولِ قنوت بیان سے بالاتر ہے

اگر آپؐ نے روزے رکھنے کے لیے کہا تو اپنی کیفیت یہ تھی کہ شاید ہی کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ بکثرت نفل روزوں سے خالی رہتا۔ اور اگر دوسروں کو "انفاق فی سبیل اللہ" پر ابھارا تو خود یہ حالت تھی کہ:۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ: ج ۳ ص ...
[2] مشکوٰۃ: صلوٰۃ اللیل [3] ایضاً

Dr Johnson: Example is more efficacious than precept.

ما سُئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً قط فقال لا لہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سوال کے جواب میں لفظ "لا" (نہیں) نہیں فرمایا۔

نرفت "لا" بزبان مبارکش ہرگز!
مگر باشہد ان لا الہ الا اللہ

آپ کی سیرتِ طیبہ کا تیسرا اہم پہلو یہ ہے کہ انسانی عظمت وکمال پر دلالت کرنے والی کسی ایسی اخلاقی خوبی کا تصور نہیں کیا جا سکتا جو آپؐ کے کردار اور آپ کی زندگی میں بدرجۂ اتم موجود نہ ہو۔

تقویٰ کو لیں جو ساری نیکیوں کی جڑ ہے۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ ایک رات آپؐ نے گھر میں گری پڑی ایک کھجور اٹھا کر کھالی۔ پھر اس خوف سے کہ یہ صدقہ کی نہ ہو جو میں اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ممنوع قرار دے چکا ہوں۔

لم ینم تلک اللیلۃ لہ ___	رات بھر سو نہ سکے۔ ___

صحاح میں آپؐ کی پُرخشوع نماز کی کیفیت مرقوم ہے:

لجوفہ ازیز کا زیز المرجل	نماز پڑھتے ہوئے خشیت و تقویٰ کی وجہ سے
___	گریہ طاری ہوتا تو آنسو رواں ہوتے کہ سینہ و بطن سے
___	ہانڈی اُبلنے کی آواز سنائی دیتی۔

صدق کی کیفیت یہ تھی کہ بمصداق "الفضل ما شھدت بہ الاعداء" کوہِ صفا پر آپ کے پہلے تبلیغی جلسہ کے حاضرین نے بیک آواز کہا: ماجربنا علیک الا صدقا ۳ہ

کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا
کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا

اور ابو سفیان نے قبل اسلام کی مکمل دشمنی و مخالفت کے باوجود دربارِ روم میں آپؐ کی صدق مقالی کا اعتراف کیا ۴ہ

ایفائے عہد کو دیکھیں، اگر صلح حدیبیہ میں یہ شرط طے ہوئی ہے کہ کفار سے ٹوٹ کر مسلمانوں میں ملنے والے کو واپس کفار کے حوالہ کر دیا جائے گا تو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ابو جندلؓ کی مظلومیت کے پورے احساس کے باوجود فرماتے ہیں:

---

۱ متفق علیہ: ۲ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ۳ بخاری ۴ ایضاً، بدء الوحی

"جاؤ ابوجندل! دوبارہ ان کی قید میں چلے جاؤ۔ جس خدا نے اب تمہیں نکالا ہے، وہ عنقریب ہی پھر کوئی صورت پیدا کر دے گا۔ میں کسی صورت میں نقضِ عہد کے لیے تیار نہیں ہوں" [1]

امانتداری میں امین و صادق پیغمبرؐ کو یہ کمال حاصل ہے کہ دشمن بھی آپ ہی کے پاس امانتیں رکھوا کر مطمئن ہوتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ہجرتِ مدینہ کے وقت حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر چھوڑ کر آنے کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچا دیں——وہ مالک جن کے نوجوان بیٹے اور بھتیجے تلواریں سونت کر اپنے زعم میں آپؐ کی زندگی کا چراغ گل کرنے کے درپے ہیں۔ اور مسلمانوں کے اجتماعی خزانہ کی حفاظت میں اتنی احتیاط برتتے ہیں کہ اگر ننھے حسنؓ نے اس میں سے صرف ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی ہے تو جلدی سے آکر اور اس کے منہ میں انگلی ڈال کر فرماتے ہیں:

کخ کخ القها—— تھوک دو، پھینک دو، اس مال پر ہمارا حق نہیں ہے [2]

انصاف پسندی طبیعت میں اتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کہ چوری کے ایک مقدمہ میں فرمایا:

لو ان فاطمة بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سرقت لقطعت یدها—— اگر اس ملزمہ (فاطمہ مخزومیہ) کی بجائے میری بیٹی فاطمہ بھی ماخوذ ہوتی تو میں اسے قطعِ ید کی شرعی سزا دینے سے گریز نہ کرتا۔

جنگ بدر میں صفیں درست کرتے ہوئے ایک صحابی کو کچوکا دے کر سیدھا کھڑا ہونے کی ہدایت فرماتے ہیں تو وہ بے باکانہ عرض کرتا ہے کہ میرے جسم کو اس کچوکے سے ایذا پہنچی ہے اور مسلمانوں کا بے تاج بادشاہ اور بااختیار فوجی جرنیل "ڈسپلن" کے جھوٹے تقاضوں اور مصنوعی وقار کو عین میدانِ جنگ میں طاق پر رکھتے ہوئے اپنی قمیص بدن سے اٹھا دیتا ہے "تاکہ مظلوم" صحابی پورا بدلا لینے کے لیے ننگے جسم کو کچوکا دے سکے تکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنه فقال استقد [3]

زہد و بے غرضی کا عالم یہ ہے کہ بحرین سے بکثرت مال آتا ہے تو سب کچھ مستحقین میں تقسیم کر کے خالی ہاتھ گھر لوٹ جاتے ہیں۔ اور ام المومنین ام سلمہؓ ایک شب آپ کے بستر کی چادر کو آرام دہ بنانے کے لیے دو کی بجائے چار تہیں کر کے بچھاتی ہیں تو فرماتے ہیں:

ردوه الی الحالة الاولی فانه—— پہلے کی طرح دو تہیں کر دو۔ چار تہوں

---

[1] البدایۃ [2] الشفا قاضی عیاض [3] البدایۃ [4] ایضاً

منعتنی وطأته صلاتی اللیلة [1] نے مجھے زیادہ آرام طلب بنا کر میری رات کی نماز میں فرق ڈال دیا ہے۔

آپ کے زہد کے متعلق انگریز ادیب کارلائل نے لکھا ہے:

His household was one of the frugalest, his common diet barley bread and water [2]

ترجمہ: آپ کی گھریلو زندگی انتہائی سادہ اور کفایت شعارانہ تھی اور آپ کی عمومی خوراک جو کی روٹی اور پانی پر مشتمل ہوتی تھی۔

صبر و استقلال کی کیفیت یہ تھی کہ بدترین مخالفتوں اور ترغیب و ترہیب کے باوجود اپنا مقصد چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے اور فرمایا:

"اگر مخالفین میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند بھی رکھ دیں تو بھی تبلیغ کا فریضۂ الٰہی نہ چھوڑوں گا"

اور حنین میں جب بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تو آپ میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہ کر فرماتے رہے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب [3]

شجاعت اتنی کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ رات کے وقت شور سا اٹھا تو کچھ بہادر بیدار ہو کر خطرہ کے مقام کی طرف بڑھے لیکن راستے ہی میں ایک شہسوار انہیں ابھرتا دکھائی دیا۔ آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دوسروں کے بیدار ہونے سے بھی پہلے تن تنہا صورت حال سے نپٹنے کے لیے چل دیے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو دیکھا تو فرمایا:

"جاؤ، جا کر آرام کرو۔ کوئی خاص بات نہیں" [4]

انکسار اتنا کہ غریب و امیر ہر قسم کے ساتھیوں کے اندر بلا تکلف و بکمالِ سادگی اس طرح گھل مل کر بیٹھتے کہ باہر سے آنے والا اجنبی پہچان نہ سکتا کہ تاجدارِ مدینہ کون ہیں؟ اور اسے پوچھنا پڑتا:

من محمد منکم — تم میں سے محمد کون ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

معمولی سے معمولی آدمی مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتا تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر اس وقت تک نہ کھینچتے جب تک وہ خود ہاتھ نہ ہٹا لے۔ نہ ہی گھر کے معمولی کاموں میں عار محسوس کرتے:

---

[1] البدایہ [3] البدایۃ [4] ایضاً

[2] Carlyle : The Hero as Prophet.

کان یرقع الثوب ویخصف النعل — اپنے پھٹے پرانے کپڑے اور جوتے خود ہی مرمت کر لیتے۔

اور نہ باہر کی دنیا میں اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز کرنے کی کوشش کرتے، بلکہ ساتھی اگر خالی پیٹ خندق کھودتے ——— تو خود بھی پیٹ پر پتھر باندھ کر ان کے ساتھ شریک ہوتے اور اگر کسی سفر میں ہوتے تو دوسرے لکڑیاں لاکر کھانے پکانے میں ان کا ہاتھ بٹاتے [1] بوڈلے سیرت پر خوبصورت انگریزی میں لکھی ہوئی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

outside his tremendous personality, he had nothing in life to distinguish him from other muslims [2]

ترجمہ: اپنی عظیم وکوہ وقار شخصیت کے علاوہ انہیں عام مسلمانوں سے ممتاز کرنے والی کوئی مصنوعی چیز نہ تھی۔

فطری حیا اس قدر تھی کہ آپ اپنے ساتھیوں کے بقول:

اشد حیاء من العذراء فی خدرھا — کنواری پردہ نشین دوشیزہ سے زیادہ ——— حیادار تھے۔ ———

حلم ورفق کی یہ کیفیت تھی کہ ایک معمولی اعرابی کو عطایا کا مطالبہ اس انداز میں کرنے کی جرأت ہوگئی کہ وہ چادر آپ کے گلے میں ڈالے اسے شدت سے کھینچ کر اپنا مطالبہ دہرا رہا ہے اور آپؐ ہیں کہ مسکرائے جا رہے ہیں اور اس کا مطالبہ اس کی توقع سے بڑھ کر پورا فرما دیتے ہیں: جبذہ بردائہ جبذا شدید فضحك۔ ایک یہودی قرض خواہ بدتمیزی سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے تو چیں بجبیں نہیں ہوتے اور حضرت عمرؓ کو بھی اسے ڈانٹنے سے روک دیتے ہیں [3]

سیرتِ طیبہؐ کا ایک اور نمایاں اور ممتاز پہلو **عفو و کرم اور جود و رحمت** کی فراوانی ہے جس سے اپنوں کے علاوہ بیگانے بھی فیض یاب ہوتے رہے۔ اچھے لوگ اچھوں سے اچھائی تو کرتے ہی ہیں مگر معاندین و مخالفین سے عفو و درگذر کا معاملہ اور نیکی کا سلوک وہی کر سکتے ہیں جو حقیقت میں بہت ہی اچھے ہوں، جن کا اخلاق کمالِ انسانیت کے اعلیٰ ترین مدارج طے کر چکا ہو اور جو رحمۃ للعالمین، رؤف و رحیم اور خلقِ عظیم کی تصویر ہوں۔ اس لیے قرآن حکیم نے ادفع بالتی ھی احسن [4] کا حکم دیا تو ساتھ ہی بتلا دیا:

---

[1] البدایۃ [3] ایضاً۔ [4] پ ۲۴۔ حم سجدہ

[2] R.V.C. Bodley : The Messenger

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ

بدی اور ظلم و زیادتی کے جواب میں نیکی، مہربانی اور شفقت کا برتاؤ وہی کر سکتے ہیں جو صبر و ضبطِ نفس کے اونچے درجے پر فائز ہیں اور جنہیں کمالِ آدمیت کا بہرۂ وافر ملا ہے

البدایہ اور سیرت ابن ہشام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگذر کے متعدد واقعات میں سے چند ایک پیشِ خدمت ہیں:

ثمامہ بن اثال مسلمان ہونے کے بعد فیصلہ کرتے ہیں کہ ان کے علاقہ سے گندم کا ایک دانہ بھی مکہ نہ جا سکے گا۔ مکہ والے پہلے ہی قحط میں مبتلا ہیں۔ یہ فیصلہ سن کر دم بخود رہ جاتے ہیں اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتے کہ محمد کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثمامہ کو سفارش کرائیں۔ کن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے؟ جن کو انہوں نے ہی اپنے وطن سے نکالا تھا۔ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بدترین ایذائیں دی تھیں، پھر انہیں انکے نئے وطن مدینہ میں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا تھا اور انہیں جنگ و جدال میں الجھائے رکھا تھا۔ لیکن جب یہی لوگ فریادی بن کر رحمۃ للعٰلمین کے دربار میں پہنچتے ہیں اور اپنی حالتِ زار بیان کرتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت آنسوؤں میں ڈھلنے لگتی ہے اور وہ فوراً کاتب کو ہدایت فرماتے ہیں، کہ ثمامہ کو حکمنامہ تحریر کیا جائے کہ وہ فوراً گندم کی مکہ کو ترسیل سے پابندی ہٹا لے!!

پھر فتح مکہ کے دن جب جبارانِ قریش اپنے سابقہ جرائم کا تصور کیے مجرموں کی طرح فاتحِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بید کی طرح لرز رہے ہیں۔ تو انہیں یہ تک یاد نہیں دلاتے کہ وہ ان سے اور ان کے ساتھیوں سے کیا کیا بدسلوکیاں کرتے رہے ہیں، بلکہ فرماتے ہیں:

اذھبوا فانتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم

جاؤ! تم سب آزاد ہو۔ سزا تو بڑی بات ہے میں تمہیں زبانی ملامت و تنبیہ بھی نہیں کرتا

کتنا شاندار مظاہرہ ہے اخلاقی عظمت اور ضبطِ نفس کا!! انگریز مؤرخ لین پول کا خوبصورت فقرہ ہے:

"The day of Mohammad's greatest triumph over his enemies was also the day of his grandest victory over himself."

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس روز اپنے دشمنوں پر شاندار غلبہ حاصل کیا، اسی دن انہوں نے اپنے نفس پر عظیم ترین فتح بھی پائی۔

یہی نہیں، اجتماعی معافی کے علاوہ ابوسفیان اور عکرمہ بن ابی جہل جیسے سرکردہ معاندین اور وحشی و ہندہ

جگر خوار جیسے مجرم جنہوں نے آپ کے شفیق چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کر کے ان کے جسد خاکی کی بد ترین بے حرمتی کی تھی، سب کو معاف کر دیا اور ابوسفیان کو تو الٹی یہ عزت نصیب ہوئی کہ فرمایا گیا:

من دخل دار ابی سفیان کان آمنا — جو ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ اس کو بھی امان ملے گی۔

اس مکمل انسان کی یہ گوناگوں اخلاقی خوبیاں اس کے مخالفین کو بھی اس کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور کرتی ہیں اور اس کی بے مثال بلند کرداری کو دیکھ کر فرانسیسی مؤرخ لیمارٹن (Lamartin) کے الفاظ ذہن میں گونجتے ہیں:

As regards all standards by which human greatness can be measured, we may well ask, is there any man greater than he[1]?

ترجمہ: انسانی عظمت و کمال کو جانچنے والا کوئی سا معیار اپنا لیں، آپ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عظیم تر انسان ڈھونڈنے سے نہ ملے گا۔

نعت کے ان اشعار کا رنگ بار بار دہرائے جانے کے باوجود پھیکا نہیں پڑا:

بلغ العلیٰ بکمالہٖ — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ — صلوا علیہ وآلہٖ

[1] Quoted in the "Charm of Islam" p.16